مواعظِ اختر نمبر ۱۳

راہِ سنت اور قلبِ سلیم





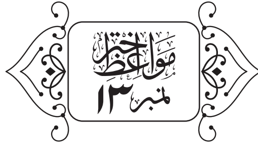




شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ

hazratmeersahib.com



راہِ سنت اور قلبِ سلیم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اِس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: راہِ سنت اور قلبِ سلیم

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: ۱۹ ذی قعدہ ۱۴۰۴؁ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۹۸۴؁ء
بروز جمعۃ المبارک

مقام: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: قلب کی اصلاح اور قلب سلیم کی پانچ تفاسیر

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اوّل: محرم الحرام ۱۴۳۶؁ھ مطابق نومبر ۲۰۱۴؁ء

اشاعت دوم: محرم الحرام ۱۴۳۸؁ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۶؁ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات **صفحہ نمبر**

ملفوظات

عنوانات — صفحہ نمبر





راہِ سنت اور قلبِ سلیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

(صحیح البخاری:(قدیمی)، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ج ۱ ص ۱۳)

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وعظ سے پہلے دو تین سنت بیان کرلیا کرو ورنہ وعظ کا مضمون ایسا پھیل جاتا ہے کہ پھر بات یاد نہیں آتی اور اس زمانہ میں ایک سنت پر عمل کرنے اور اس کو امت تک پہنچا دینے کا اجر سو شہیدوں کے برابر ہے۔ اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ جس چیز کا مذاکرہ ہوتا ہے وہ چیز یاد رہتی ہے اگر اس کا بار بار تذکرہ نہ ہو تو وہ چیز بھول جاتی ہے لہٰذا بار بار تذکرہ کرنے سے بھولا ہوا سبق یاد رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خود مقرر بھی، وعظ کرنے والا بھی اگر بار بار اس کا تذکرہ نہ کرے گا تو وہ بھی ایک دن اپنا سبق بھول جائے گا۔ اگر استاد طالبِ علموں کو نہ پڑھائے تو وہ بھی اپنا پڑھا ہوا سبق بھول جاتا ہے تو پڑھانے سے استاد کا علم بھی تازہ ہوتا ہے اور طالبِ علم اور سامعینِ کرام کا بھی علم تازہ ہوتا ہے۔ ادعیۂ مسنونہ کے نام سے ایک کتاب ہے جو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق دامت برکاتہم کی لکھی ہوئی ہے، اس کو خرید لیا جائے، اس میں روزمرہ کی سنتیں اور دعائیں لکھی ہوئی ہیں، کھانے پینے کی، اٹھنے، بیٹھنے کی، سونے جاگنے کی، مسجد میں آنے جانے کی، صلوٰۃ الحاجات کی۔ تو ان سنتوں پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ زندگی سنت کے مطابق ہوجائے گی۔

سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کرنا ادائے بندگی ہے

ایک شخص ہر وقت مراقبہ کرتا ہے، ہر وقت ذکر کرتا ہے مگر بیت الخلاء جاتے وقت داہنا پاؤں پہلے داخل کرتا ہے اور نکلتے وقت بجائے داہنا پیر پہلے نکالنے کے بایاں پیر پہلے نکالتا ہے، تو یہ سنت کے خلاف استنجاء کرتا ہے، سنت کے خلاف وضو کرتا ہے، سنت کے خلاف مسجد میں جاتا ہے، دن میں متعدد بار جوتا پہنتا ہے مگر ہر دفعہ سنت کے خلاف کرتا ہے یعنی پہلے بائیں پیر میں جوتا پہنتا ہے، ہر مسلمان دن میں کئی کئی مرتبہ جوتا پہنتا اور اتارتا ہے تو اگر سنت کے مطابق جوتا پہنے اور اتارے تو دن میں کتنی مرتبہ سنت پر عمل کرنے کا اجر ملے گا۔ یہ سنت بخاری شریف میں جو حدیث کی سب سے بڑی کتاب ہے، بڑی مضبوط روایت کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کی ایک حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُ کُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیَمِیْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب اللباس، ج ۲ ص ۸۷۰)

تو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ صاحب! ذرا ذرا سی بات پر سنت ہے تو دوستو! بندہ کے معنی ہی یہی ہیں، بندگی نام ہی اسی کا ہے کہ ہماری کوئی سانس مالک کی مرضی کے خلاف نہ گذرے۔ بندگی اس کا نام نہیں کہ فجر کی نماز پڑھ لی اب ظہر تک سینما دیکھو، وی سی آر دیکھو، جھوٹ بولو، رشوت لو، جس طرح سے چاہو زندگی گذارو، بندگی اس کا نام ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ○﴾

(سورۃ الحجر: آیۃ ۹۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہمارے بندے ہو، تمہاری بندگی کی قید تمہاری موت تک ہے۔ جب تک زندہ ہو، ایک سانس بھی ہماری مرضی کے خلاف نہیں لے سکتے، ساری عمر ہماری عبادت اور بندگی کی طوق اور زنجیریں پیروں میں

ڈالے رہو، بندہ بن کر رہو، بندگی کے حقوق ادا کرتے رہو، حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے، یقین معنی موت کے ہیں، مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں یقین کے معنی موت کے ہیں۔ موت کا نام اللہ تعالیٰ نے یقین رکھ دیا یعنی موت اتنی یقینی چیز ہے کہ اس کا نام ہی یقین رکھ دیا۔ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ موت اتنی بین الاقوامی مُسلّمات میں سے ہے کہ اس کا نام ہی یقین پڑ گیا۔ تو اللہ کی بندگی کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ایک سانس بھی اللہ کی غلامی کے خلاف، اللہ کی بندگی کے خلاف نہیں گذار سکتے۔ بندہ وہ ہے جو چوبیس گھنٹے کا بندہ ہے لہٰذا جب ہمیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جوتا پہننے کی سنت سکھا دی تو آپ جس وقت جوتا پہنتے ہیں کیا اس وقت اللہ کے بندہ نہیں ہوتے؟ کیوں صاحب! اگر کسی کے دل میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں ہمارے لئے سنت کی پابندی کا قانون موجود ہے تو کیا دنیا میں ایسا کوئی مذہب ہے جس میں جوتا پہننے کے بھی طریقے سکھائے جا رہے ہوں؟ ناک صاف کرنے کا بھی طریقہ سکھایا جا رہا ہو؟ کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے۔

آدابِ بندگی

ہندو بیت الخلاء میں مشکل سے دس تولہ پانی لے جاتے ہیں، ہندو بنیے کی لُٹیا ایک گلاس جتنی ہوتی ہے اور وہ صرف سبزی کھاتے ہیں، گوشت نہیں کھاتے، اس لئے ان کا ایکسپورٹ بھی زیادہ ہوتا ہے، تو بتائیے وہ دس تولہ پانی سے کیسے استنجاء کر لیتے ہیں؟ ناممکن ہے کہ پاکی والا صحیح استنجاء ان کو نصیب ہوتا ہو۔ تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سانس میں سنت عطا فرمائی ہے۔ اور سنت کس چیز کا نام ہے؟ سنت نام ہے آدابِ بندگی کا کہ دنیا میں کس طرح جینا چاہیے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے تو سنت کی تعریف عجیب انداز میں

کی ہے، دوزخ، جنت، سنت، بدعت چار اصطلاح کی تعریف حضرت نے زمانہ کے رواج سے ہٹ کر عاشقانہ زبان میں بیان فرمائی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسے ہی چلنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ زمانہ کیسا بھی ہو اللہ تعالیٰ کی مرضی کو نہ چھوڑو، ہم زمانہ کے غلام نہیں ہیں، ہم اللہ کے غلام ہیں۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

ہمیں زمانہ کو نہیں دیکھنا، زمانہ تو مخلوق ہے، ہمیں خالق کی طرف دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پیش کرتا ہوں، کیا شعر کہا ہے! اس کو کہتے ہیں یقین! ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

تصویر کے گناہ سے بچنے کا طریقہ

بس ہر وقت دیکھتے رہو کہ ہمارے کسی عمل سے دل خوش ہوتا ہے، مخلوق خوش ہوتی ہے، بیوی خوش ہوتی ہے، بچے خوش ہوتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو اپنی خوشی کو چھوڑ دو اور اللہ کی خوشی کو اختیار کرلو۔ جیسے کوئی بچوں کو پلاسٹک کی بلی کا تحفہ دے گیا جس کو دبانے سے میاؤں میاؤں کی آوازیں بھی آتی ہیں، اب بچے خوش ہو رہے ہیں لیکن جب شوہر آتا ہے جو اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے اور شریعت کے حکم سے واقف ہے تو وہ بیوی سے کہتا ہے کہ خبردار! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں تصویروں اور مورتیوں کے رکھنے کو

منع فرمایا ہے، بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے:

((اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِیْ فِيْهِ هٰذِهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ))

(صحیح البخاری:(قدیمی)، کتاب البیوع، ج ۲ ص ۲۸۳)

تو بیوی کہتی ہے کہ جب آپ بچے تھے تو آپ بھی تو پتنگ اڑاتے تھے، ٹی وی دیکھتے تھے، ابھی تو تبلیغی چلّہ سے آ کر آپ کے چہرہ پر داڑھی آئی ہے اور میرے بچوں کو ابھی سے ملّا بنا رہے ہو، آپ بھی تو چالیس سال کے بعد بدلے ہیں، تو کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مان لو اس کی زندگی غفلت میں گذری، لیکن اب وہ نہیں چاہتا کہ میرے بچے بھی اپنی زندگی غفلت میں گذاریں لہٰذا چھری لے کر اس پلاسٹک بلی کی گردن کاٹ دو تاکہ مورتی رکھنے کا گناہ ختم ہوجائے، اگر تصویر کا سر الگ کر دیا جائے تو تصویر کا گناہ ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر کیلنڈر وغیرہ میں چڑیا، مینا، طوطا یا کسی انسان کی تصویر ہو تو اس کے چہرہ پر ٹیپ لگا دو تو تصویر کا گناہ ختم ہوجاتا ہے۔ اب اگر بیوی بچے روئیں تو ساری دنیا کا رونا پسند کر لو اگر قیامت کے دن خود ہنسنا چاہتے ہو، اگر چاہتے ہو کہ ہم قیامت کے دن نہ روئیں تو ساری دنیا کے ہنسنے کی پروا مت کرو نہ رونے کی پروا کرو، حضور ﷺ اس گھر میں داخل نہیں ہوئے جس گھر میں تصویر تھی:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ))

(صحیح البخاری:(قدیمی)، کتاب البیوع، ج ۲ ص ۲۸۳)

حضور ﷺ گھر کے باہر کھڑے رہے جب تک تصویر نہیں مٹائی گئی۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کی عاشقانہ شان

تو میرے دوستو! جنت، دوزخ، سنت اور بدعت کی تعریفِ شرعی تو آپ کو معلوم ہے لیکن مولانا شاہ محمد احمد صاحب عاشقانہ زبان میں فرماتے ہیں کہ

جنت اور دوزخ کیا چیز ہے؟ میں ایک اللہ والے، ایک عاشق کی زبان میں اسے پیش کررہا ہوں، بزرگوں کی بات میں کچھ ایسی تاثیر ہوتی ہے جو دل میں جلد اتر جاتی ہے ۔

ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
اور تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنت ہے

جو خدا کے راستہ سے بھٹک گیا اس کی دوزخ دنیا سے ہی شروع ہوجاتی ہے، دوزخ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ یہ اُس ذاتِ گرامی کا شعر ہے جو اس زمانہ میں حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا پورا نمونہ ہے، جن کی تقریر سن کر مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اگر کسی نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھا ہو، ان کی تقریر نہ سنی ہو تو وہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی تقریر سن لے، جس نے ان کو سن لیا اس نے گویا مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب کو سن لیا۔ تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اگر ہم کسی گناہ میں مبتلا ہوجائیں، بدنگاہی، جھوٹ، غیبت میں مبتلا ہوجائیں تو ہماری دوزخ شروع ہوگئی اور جب توبہ کرکے اے اللہ! آپ کے راستہ میں لگ گئے تو ہماری جنت شروع ہوگئی۔ اب دوسرے شعر میں سنت و بدعت کی تعریف سنئے ۔

مئے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

سبحان اللہ! کیا عمدہ تعریف کی ہے، غیر اللہ کو دل دینے سے بڑھ کر کوئی بدعت نہیں۔

قلبِ سلیم کی تعریف

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ:

﴿اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ۝﴾

(سورۃ الشعرآء: آیۃ ۸۹)

قیامت کے دن جو قلبِ سلیم لے کر آئے گا اس کو جنت ملے گی۔ تو قلبِ سلیم کی کیا تفسیر ہے؟ ایک دل ہوتا ہے سقیم، بیمار اور ایک سلیم دل ہوتا ہے، سلامتی والا دل۔ تو علامہ سید محمود بغدادی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

((وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ الْقَلْبُ السَّلِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ غَيْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۹ ص ۱۳۵)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلبِ سلیم وہ ہے جس میں غیر اللہ کی محبت نہ ہو اور غیر اللہ کون ہیں؟ جن کی محبتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ماں باپ کی محبت بھی نکال دو، بیوی کی بھی نکال دو اور پیر کی بھی نکال دو۔ یہ محبتیں غیر اللہ نہیں کہلاتیں، جو محبت اللہ کے لئے کی جاتی ہے، جو محبت لِلّٰہ ہوتی ہے وہ فی اللہ سمجھی جاتی ہے، جو محبت لِلّٰہ ہوگی وہ باللہ ہوگی، جو محبت لِلْحَقّ ہوگی وہ بِالْحَقّ ہوگی، قیامت کے دن اس کا بھی وزن ہوگا۔ جب قیامت کے دن مجاہد کے گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا وزن کیا جائے گا تو کیا اللہ والوں کی محبت نیکیوں میں شامل نہ ہوگی؟

((فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ، ج ۱ ص ۴۰۰)

کیوں صاحب کیا گھوڑے کی لید سے اللہ والوں کی محبت کم ہے؟ حدیث کے مطابق مجاہد جو گھوڑا جہاد کے لئے پالتا ہے اللہ تعالیٰ نیکیوں کے پلڑے میں اس گھوڑے کے پیشاب اور لید کا بھی وزن فرمائیں گے۔ تو اس سے اندازہ کیجیے کہ جو اللہ کے لئے اللہ والوں سے محبت کرتے ہیں، جس کے سانس کسی اللہ والے کے پاس گذرتے ہیں ان کے ثواب کا کیا حال ہوگا؟

کسی اللہ والے سے اللہ کے لئے ملنے پر بشارت

جب کوئی شخص کسی اللہ والے سے یا ان کے غلاموں سے ملنے کی نیت سے گھر سے چلتا ہے۔ اور اللہ والے تو بڑی چیز ہیں، ان کے غلاموں کی صحبت کو بھی غنیمت سمجھو، جب پانی نہیں ہوتا تو مٹی کے ڈھیلے سے تیمّم کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو اللہ والے تو اپنے کو مٹی کا ڈھیلا ہی سمجھتے ہیں مگر آپ تو ان کو پانی ہی سمجھیں۔ تو میرے دوستو! مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جس وقت کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جاتا ہے کہ کچھ اللہ کی باتیں سنیں تاکہ ایمان تازہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْہُ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الاٰداب، باب الحب فی اللہ، ص ۴۲۷)

اس کے گھر سے ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں، اس کے لئے دو دعا مانگتے ہیں اور کیا دعا مانگتے ہیں؟ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ اَیْ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَہٗ راستہ بھر اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے۔ تو ستر ہزار فرشتوں کی دعا ملی اور دوسری دعا یہ مانگتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْہُ اے اللہ! یہ آپ کے لئے فلاں بندہ کے پاس جارہا ہے، آپ اس کو اپنا بنالیجیے۔ یہ ان سے ملنے کے لئے جارہا ہے، آپ اس کو اپنے سے ملالیجیے۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ وَصَلَ فِیْکَ اَیْ وَصَلَ لِاَجْلِکَ اس بندہ کا اس اللہ والے سے خون کا رشتہ یا تجارتی یا کوئی اور غرض نہیں ہے اور اگر خون کا رشتہ بھی ہے، تجارت بھی ہے تو بھی اس وقت میں آپ کی

محبت غالب ہے اور یہ اسی مقصد کے لئے جا رہا ہے،تو یہ ستر ہزار فرشتے اللہ کا مقرب بننے کی دعا بھی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کے پاس آنے جانے والے جلد اللہ والے بن جاتے ہیں جبکہ تنہائی میں ہزاروں سال عبادت کرنے کے بعد بھی یہ نعمت نہیں ملتی کیونکہ فرشتوں کی دعا کہاں سے پائے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ سو دفعہ جوتا پہننا اور اتارنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق جوتا پہنتے وقت پہلے داہنا پیر داخل کریں اور اتارتے وقت پہلے بایاں پیر نکالیں۔اس عمل کو یہ سمجھ کر کریں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقہ ہے اور بندگی کے آداب یہی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسند ہیں۔جیسے پہلے داہنے پیر میں جوتا پہننا اور بائیں پیر سے نکالنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسند عین اللہ تعالیٰ کی پسند ہے۔اس بات کو یاد کرلو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسند اور اللہ کی پسند دونوں بالکل ایک ہیں، جو اللہ اور رسول کو غیر سمجھتا ہے اس سے بڑھ کر جاہل کوئی نہیں ہے۔مقامِ رسالت اور مقامِ عظمتِ نبوت کو حق تعالیٰ خود قرآن کریم میں متعین فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

(سورۃ الحشر: آیۃ ۷)

اے ایمان والو! ہمارا نبی جو تمہیں عطا کردے یعنی شریعت اور سنت کا جو طریقہ تمہیں سکھائے اس کو سر آنکھوں پر رکھو اور جس بات سے وہ منع کردے اس سے رُک جاؤ یعنی رسولِ خدا کا میری رضا کا اور زندگی کے جینے کا کوئی طریقہ سکھانا وہ میرا ہی طریقہ ہوگا، میری ہی پسند کا ہوگا اور جس بات سے وہ منع کریں تو سمجھ لو کہ وہ میرا ہی منع کیا ہوا ہے، اللہ کے حکم میں اور اس کے رسول کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جوتا پہننے کی سنت

تو ایک سنت تو یہ زندہ کر لیجیے، آج سے اس کا عہد کر لیجیے کہ آپ جب یہاں سے نکلنے کے بعد جوتا پہنیں گے تو پہلے داہنا پاؤں داخل کریں گے اور نکالتے وقت بایاں پاؤں نکالیں گے۔ ایسے ہی خواتین سے بھی یہی گذارش ہے کہ جب اپنی جوتیاں پہنیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سمجھ کر پہلے داہنا پیر داخل کریں۔ یہ سنت بخاری شریف میں موجود ہے جس کا ابھی حوالہ گزر چکا۔ آپ اس سنت پر عمل کرنے کا عہد کر لیجیے اور اس سنت پر عمل کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد بھی دل میں لایئے کہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر جوتا پہلے دائیں پیر میں پہن رہا ہوں اور جب نکالئے تو حضور کو یاد کیجیے کہ میں اپنے نبی کے طریقہ پر جوتے سے پیر نکال رہا ہوں اور آسمان پر اللہ تعالیٰ خوش ہو رہے ہیں کہ میرا یہ بندہ میرے نبی اور پیغمبر کے طریقے پر جوتا استعمال کر رہا ہے۔ آپ کیوں سمجھتے ہیں کہ یہ معمولی چیز ہے؟ آپ کی زندگی کی ہر سانس بندگی میں داخل ہے، آپ کی زندگی کی کوئی سانس، کوئی لمحۂ حیات بندگی سے خارج نہیں ہے، جوتا پہننا، کھانا پینا، استنجاء کرنا یہ سب ادائے بندگی ہیں، ناک بھی صاف کرنا ہو تو بائیں ہاتھ سے ناک صاف کیجیے۔

بلندی پر چڑھنے اور اترنے کی سنت

دوسری سنت جو بیان کرنی ہے وہ اوپر چڑھنے اور نیچے اترنے کی ہے، اس کو ایک بار پھر بیان کرتا ہوں، بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ پھر بھول جاتا ہوں، ہمارے اندر بھی غفلت شروع ہوجاتی ہے، اس لئے بار بار تکرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق دے دیں۔ اس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں موجود ہے:

((هُوَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ مَّشَاهِيْرِ الصَّحَابَةِ وَاَحَدُ الْمُكْثِرِيْنَ مِنَ الرِّوَايَةِ شَهِدَ بَدْرًا وَّمَا بَعْدَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ غَزْوَةً مَّاتَ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ اَرْبَعٍ وَّسَبْعِيْنَ وَلَهٗ اَرْبَعٌ وَّتِسْعُوْنَ سَنَةً وَّهُوَ اٰخِرُ مَنْ مَّاتَ بِالْمَدِيْنَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ قَوْلٍ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کی عمر چورانوے سال تھی اور یہ مدینہ کے آخری صحابی ہیں، ان کے بعد مدینہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ مرتبہ جہاد میں شرکت کی، مدینہ سے لے کر مکہ شریف کے پہاڑوں پر جہاں جہاں جہاد ہوتا تھا یہ اس میں شریک رہے، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب الجهاد، ج ۲ ص ۴۲۰)

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب نیچے اترتے تھے تو سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ آپ کہیں گے کہ اس میں بندگی اور آدابِ بندگی کیا ہے؟ سنئے! جب آپ اوپر چڑھتے ہیں تو بلند ہونا اللہ کی شان ہے لہٰذا آپ نے کہا اللہ اکبر، یعنی بڑائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جب نیچے اترے تو نیچا ہونا خدا کی شان کے خلاف ہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ اب کہو سبحان اللہ یعنی اے اللہ! آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں، ہم تو نیچے ہو رہے ہیں مگر آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں۔ یہ ہیں آدابِ بندگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے مزاجِ عظمت کو، خدا کی شانِ الوہیت کو کون سمجھ سکتا ہے؟ لہٰذا آپ نے ہر سانس میں سکھا دیا کہ اللہ اس بات سے خوش ہوں گے۔ آپ بتلائیے کہ نبی سے بڑھ کر مزاجِ حق تعالیٰ کا عارف کوئی ہوسکتا ہے؟ لہٰذا آپ نے ہر سانس میں بندگی سکھا دی۔

مسجد میں داخل ہونے کی سنتیں

آج آپ یہ دو سنتیں لے کر جائیں اوران دوسنتوں پر عمل شروع کردیں۔ زیادہ بھی سنا سکتا ہوں لیکن پھر آپ بھول جائیں گے اور عمل نہیں ہوسکے گا۔ اب مسجد میں داخل ہونا ہے، اس وقت آپ کیا کریں گے؟ مسجد میں پہلے داہنا پیر داخل کرنا ہے اور جوتے سے بایاں پیر پہلے نکالنا ہے، تو ایسا نہ ہو کہ آپ داہنے پیر سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل کردیں بلکہ مسجد کے پاس کھڑے ہوجایئے، پہلے جوتے سے بایاں پاؤں نکالنے کی سنت ادا کیجیے اوراس کو جوتے پر یا چپل پر رکھ لیجیے، اس کے بعد داہنا پیر نکال کر اس طرح بسم اللہ اور درود شریف پڑھیے:

((بِسْمِ اللّٰهِ-وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ))

(سنن ابن ماجة: (قدیمی)؛ ص۵٦)(مشکوة المصابیح: (قدیمی)؛ص۷۰)

یہ خود الفاظِ نبوت ہیں جو مشکوٰۃ میں موجود ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خود اپنے اوپر درود بھیجتے تھے۔اس کے علاوہ کوئی دوسرا درود بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ یہ الفاظ پڑھنا زیادہ افضل ہیں کیونکہ ایک روایت میں اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ سَلَّمَ (مشکوة المصابیح: (قدیمی)؛ باب المساجد و مواضع الصلوٰة؛ ص۷۰) کے الفاظ بھی وارد ہیں، اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْٓ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

(سنن ابن ماجة: (قدیمی)؛ باب الدعاء عند دخول المسجد؛ ص۵٦)

اب داہنا پیر مسجد میں داخل ہوگیا، آپ مسجد میں آگئے، اب اعتکاف کی نیت کرلیں نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ مَادُمْتُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ کہ اے اللہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، اس نیت کا

مفت میں ثواب ملتا رہے گا، اگر عربی عبارت یاد نہ ہوتو اردو میں نیت کرلو کہ اے اللہ میں جب تک اس مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، تو اس سے نفلی اعتکاف کا ثواب مل جائے گا۔

مسجد سے باہر آنے کی سنتیں

اب نماز پڑھنے کے بعد باہر کیسے نکلیں گے؟ مسجد سے بایاں پیر پہلے باہر نکالنا سنت ہے، ہر اچھی جگہ دایاں پیر پہلے رکھنا اور خراب جگہ مثلاً بیت الخلاء میں بایاں پیر پہلے داخل کرنا سنت ہے۔ اگر کسی سے پیسہ یا ہدیہ لینا ہے یا کسی کو کچھ دینا ہے تو داہنے ہاتھ سے لین دین کیجیے۔ ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پانچ روپے عنایت فرمائے، غلطی سے میرا بایاں ہاتھ بڑھ گیا، حضرت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا داہنا ہاتھ بڑھاؤ۔ یہ ایک سبق دیا تھا جو پوری زندگی کے لئے یاد ہو گیا، اللہ والے عملی تربیت کرتے ہیں۔ تو ہر اچھا کام داہنے ہاتھ سے کریں اور استنجاء اور ناک وغیرہ صاف کرنا جیسے کام بائیں ہاتھ سے کریں۔ تو مسجد کے مقابلہ میں دنیا کی باقی زمین کمتر ہے لہٰذا مسجد سے پہلے بایاں پاؤں نکالنا ہے مگر اس سے پہلے بسم اللہ اور درود شریف پڑھو:

((بِسۡمِ اللّٰہِ۔وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ))

(سنن ابن ماجۃ: (قدیمی)، ص۵۶)(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، ص۷۰)

اس کے بعد یہ دعا پڑھ کر بایاں پیر باہر نکالیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ))

(سنن ابن ماجۃ: (قدیمی)، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص۵۶)

اور بائیں جوتے کے اوپر رکھئے، ابھی جوتے میں داخل نہ کیجیے، اب داہنے پیر کو مسجد سے نکالیں اور دائیں جوتے میں داخل کیجیے پھر بائیں پیر کو جو جوتے کے اوپر رکھا ہے اسے جوتے میں داخل کریں، یہ جوتا پہننے کی سنت ادا

ہو رہی ہے، ان سنتوں کو جاری کیجیے۔ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ادعیۂ مسنونہ میں کھانے پینے کی، اٹھنے بیٹھنے کی، سونے جاگنے کی، چاند دیکھنے کی، ارے! ساری زندگی کی سنتیں موجود ہیں۔ اگر آپ مہینہ میں ایک سنت بھی یاد کرلیں تو دوستو! ایک سال میں بارہ سنتوں پر عمل ہوجائے گا۔ اللہ ہماری آپ کی زندگی میں برکت دے، اس طرح ان شاء اللہ دس سال میں ایک سو بیس سنتوں پر عمل ہوجائے گا، اس سے زیادہ سنتیں تو ہیں بھی نہیں۔

مسنون زندگی گزارنے کا آسان طریقہ

تو خیر یہ میں نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کی کہ تقریر سے پہلے کچھ سنتیں بیان کروں کیونکہ پھر مضمون پھیل جاتا ہے اس کے بعد آدمی کو وہ بات یاد نہیں رہتی۔ دوسرا عمل یہ ہے کہ ایک دو مضمون اپنے بزرگوں کا سنانے کا اہتمام ہو۔ حضرت اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جن سنتوں پر عمل کرنے میں آپ کا ماحول رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے ان کو تو شروع کردو، اس سے روح میں نور اور قوت پیدا ہوگی پھر ان سنتوں پر بھی عمل کی ہمت ہوجائے گی جن میں آپ کا معاشرہ رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اور فرمایا کہ جہاں دین کی طلب نہ ہو وہاں خود سفر کرکے جانا چاہیے کیونکہ سونے والوں کو جگانے کے لئے جانا پڑتا ہے اور جہاں طلب ہو ان کو اللہ والوں کے پاس خود آنا چاہیے۔ عام لوگ بزرگوں کے آخری حالات پر قیاس کرتے ہیں جب ان کی طرف مخلوق آنے لگتی ہے، لوگ جوق در جوق متوجہ ہوتے ہیں لیکن لوگوں کو ان کے ابتدائی مجاہدوں کی خبر نہیں کہ جوانی میں کتنے پاپڑ بیلے، کتنے مصائب اٹھائے؟

اللہ والوں کو بڑھاپے میں آرام ملنے کا راز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ بزرگوں کے آخری حالات کو دیکھتے ہیں کہ مرغے آرہے ہیں، مٹھائی کے

ڈبے آرہے ہیں، لوگ پیر دبا رہے ہیں، سر میں تیل کی مالش ہورہی ہے، تو ہر شخص دیکھتا ہے کہ پیری تو بڑی اچھی چیز ہے، ہم بھی کسی سے مرید ہوکر خلافت لے لیں۔ایک صاحب گنگوہ گئے اور دس سال مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی، بعد میں کہنے لگے کہ حضرت کچھ حاصل نہیں ہوا لہٰذا میں جارہا ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ کیا حاصل نہیں ہوا؟ کہنے لگے کہ بس کیا کہیں۔فرمایا سچ سچ بتاؤ کیا نیت تھی؟ کہا یہی خیال تھا کہ دس برس اللہ اللہ کروں گا تو آپ مجھے خلافت دے دیں گے پھر میں بھی ایک دکان کھول لوں گا چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کا بورڈ لگا کر میں بھی پیری مریدی شروع کردوں گا لیکن آپ نے خلافت ہی نہیں دی لہٰذا میں جارہا ہوں۔تو فرمایا اسی لئے تمہیں کچھ نہیں ملا کہ تم نے غیر اللہ کو مقصود بنایا، مانگنے سے خلافت نہیں ملتی اللہ تعالیٰ خود بخود شیخ کے دل میں ڈال دیتا ہے، یہ وہ چیز ہے جو مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ دل میں خلافت کا خیال بھی آجائے تو توبہ کرلو، استغفار کرلو کہ اے اللہ! ہم تو آپ کو چاہتے ہیں، اگر آپ مل گئے تو سب مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

تو شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بزرگوں کے آخری حالات مت دیکھو کہ بڑے آرام سے ہیں، دسترخوان پر مرغ کھا رہے ہیں، گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے، مجلس ہورہی ہے بلکہ ان کی جوانی دیکھو جو لوگ ان کا آخری عمر کا عیش دیکھیں گے وہ گمراہ ہوجائیں گے، کہتے ہیں کہ پیروں کے تو بڑے مزے ہیں، ٹانگیں دابی جارہی ہیں، مرغے آرہے ہیں، ذرا ان کی جوانیوں کو دیکھو کہ کیا کیا مصائب اٹھائے ہیں، اگر آپ ان کی جوانی کے مجاہدات کی تاریخ سن لیں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں اور کلیجے منہ کو آجائیں۔آپ نے تو وہ وقت دیکھا جب

اللہ کو ان کے بڑھاپے پر رحم آ گیا کہ میرے اس بندے نے میرے لئے ساری زندگی کیا کیا مصائب اٹھائے، آخر وقت میں تو آپ بھی اپنے بوڑھے نوکر کے آرام کی کوشش کرتے ہیں، اگر آپ کا نوکر آپ کے ساتھ اپنی جوانی میں باوفا ہوتو جب وہ بوڑھا ہوجاتا ہے تو آپ اس کے علاج معالجہ پر بھی خرچہ کرتے ہیں اوراس کی بیماری پر آپ کے آنسو بھی نکل آتے ہیں کہ ساری زندگی اس نے میرے یہاں وفاداری کی۔تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بوڑھے غلاموں پر رحم آتا ہے اوران کو مرغے کھلاتے ہیں تو آپ کو کیوں حسد پیدا ہوتا ہے؟ ذرا ان کی زندگی کے مجاہدات کو بھی تو دیکھیں، وہ تاریخ دیکھئے تو آپ کے کلیجے منہ کو آجائیں گے،آپ رونے لگیں گے کہ انہوں نے کیا کیا پاپڑ بیلے ہیں۔

لذتِ نامِ خدا سے اللہ والوں کی مستی کا عالم

میرے شیخ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں، امرود ہو، کیلا ہو، مکان ہو، سب بڑھیا ہونا چاہیے،تو کیا وضواور نماز بڑھیا نہ ہو؟ جب آپ مکان بناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو ڈسٹمپر ایسا ہونا چاہیےلیکن جب اللہ کی یاد میں تسبیح پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے جیسے پیچش کے مروڑ اُٹھ رہے ہیں اور دست پر دست آرہے ہیں، جمال گوٹے کی گولیاں کھائی ہوئی ہیں، چاہتے ہیں کہ تسبیح رکھ کر جلدی سے بھاگیں۔اللہ کے ذکر کو ہم لوگوں نے بلا سمجھ رکھا ہے، ہائے کیا لوگ تھے جو ایک اللہ پر اپنی جان فدا کرتے تھے۔مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

جب میری زبان پر اللہ کا نام جاری ہوتا ہے تو میرا بال بال شہد کا دریا

ہوجاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا زیادہ میٹھا ہے۔ تو اللہ والے تو یہ کہتے ہیں، عام لوگ تو سمجھتے ہیں کہ شربتِ روح افزا سے بڑھ کر کوئی مشروب نہیں لیکن اللہ والوں کی جانوں سے پوچھو کہ جب وہ اللہ کہتے ہیں تو ان کو زمین سے آسمان تک روح افزا ہی روح افزا نظر آتا ہے۔ جب ان کے دل پر اللہ کا ذکر چھا جاتا ہے تو انہیں ہر طرف اللہ نظر آتا ہے، ہر طرف روح افزا کا مزہ آتا ہے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے جو ابھی اسی ہفتہ موزوں ہوا ہے جب اختر ٹنڈو جام سے حیدر آباد آرہا تھا ؎

چھایا ہے جب سے دل پہ مرے ذکر کا عالم
ہر ذرّہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا

جب دل پر اللہ کا ذکر چھا جائے، اللہ کی یاد غالب ہو جائے تو ذرّہ ذرّہ سے آپ کو خدا ملے گا، ہر ذرّہ محبوب کی منزل کا پتا دیتا ہے کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ان کا بنایا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی عوض نہیں

ہمآ صدیقی صاحب ہمارے سلسلہ کے بزرگوں میں سے ہیں اور حکیم الامت کے خلیفہ حاجی نصرت علی صدیقی کے سگے بھائی ہیں، ان کی بیوی کا انتقال ہوا، مجھے اطلاع ہوئی کہ اکسٹھ سال تک دونوں میاں بیوی ساتھ رہے، جس کی بیوی اکسٹھ سال تک اس کے ساتھ رہے تو اس کے انتقال پر غم نہ ہوا ہوگا؟ تو وہ بہت رو رہے تھے۔ سکھر والے جناب حکیم ابراہیم صاحب بھی تشریف فرما تھے، میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں حاضر ہوا تو

حکیم ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ کچھ تسلی کے کلمات کہہ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کچھ تسلی کی باتیں عرض کیں تو ہما صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا مجھے بہت تسلی ہوئی۔ میں نے ان سے یہی عرض کیا تھا کہ دنیا کے جتنے رفیق ہیں سب چھوٹنے والے ہیں، بیوی ہو، بچے ہوں کسی وقت بھی جدا ہو سکتے ہیں، کتنا ہی محبوب بیٹا ہو، کتنی ہی محبوب بیوی ہو، کتنا ہی محبوب مکان ہو، تجارت ہو ہر انسان کی دنیا کی محبوب چیزیں اس سے جدا ہو سکتی ہیں مگر اللہ کبھی جدا نہیں ہوسکتا۔ ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں ؂

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ

وَ لَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

ہر وہ چیز جو تم سے جدا ہو جائے اس کا بدل مل سکتا ہے، لیکن اگر اللہ تم سے جدا ہو گیا تو اللہ کا کوئی بدل نہیں کیونکہ ان جیسا کون ہوسکتا ہے؟ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؂

میں ان کے سِوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

وفا کی حقیقت کس کو حاصل ہے؟

کہتے ہیں کہ اگر داڑھی رکھ لیں گے تو لوگ ہم کو مُلّا کہیں گے، اگر ہم نے اشراق پڑھی تو اتنی دیر میں ہم اتنا کما لیں گے۔ لیکن حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؂

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے

بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

ارے! اللہ کے عاشقوں کو کہاں اگر مگر سوجھتی ہے؟ وہ تو کہتے ہیں کہ اے خدا! ؂

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

وفا کی حقیقت ان کو حاصل ہے، وہ تو ہر وقت جان دینے کے لئے تیار ہیں، یہ اگر مگر تو منافق لگا تا ہے یا جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے کہ اگر سینما نہ دیکھو گے، وی سی آر نہ دیکھو گے، ٹیلی ویژن نہ دیکھو گے، عورتوں کو بری نظر سے نہ دیکھو گے، جھوٹ نہ بولو گے، رشوت نہ لو گے تو زندگی بے کیف، بے مزہ ہو جائے گی۔ ٹی وی اور سینما کے بغیر مزہ نہ آئے گا اور رشوت نہ لینے سے انڈا پراٹھا چھوٹ جائے گا، مکھن کی ٹکیہ حلق سے نہیں اترے گی، سوکھی روٹی کھانی پڑے گی۔ لیکن دوستو! واللہ کہتا ہوں کہ اگر حق تعالیٰ اپنی محبت کا ایک ذرّہ اپنے دوستوں کی سطح والا عطا کر دے تو آپ کو سوکھی روٹی میں جو رضائے حق کے ساتھ ملے، بریانی اور مرغ پلاؤ سے زیادہ لذت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ اسبابِ راحت کے محتاج نہیں

خدا جس سے راضی ہوتا ہے تو اللہ اس کے دل کو بھی راضی کرنے پر قادر ہے، چاہے وہ چٹنی روٹی کھلائے اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اپنے نافرمانوں کو ایئر کنڈیشن میں رکھ کر اور مرغ پلاؤ کھلا کر عذاب میں اور بے چینی میں رکھے، وہ ہارٹ اٹیک میں رو رہا ہے، بدحواس ہو کر ڈاکٹر کو فون کروا رہا ہے کہ جلدی دوڑو حالانکہ مرغا اڑایا ہے اور ایئر کنڈیشن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسبابِ راحت کے محتاج نہیں ہیں، چاہیں تو اسبابِ راحت میں بھی بے راحت کر دیتے ہیں اور بغیر اسبابِ راحت کے راحت عطا فرمانے پر بھی قادر ہیں۔ اور اگلا شعر تو اور غضب کا فرمایا، ایک اللہ والے کا شعر ہے دوستو! فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں کس سے دل لگاؤں؟ کس پر جان فدا کروں؟ اس مضمون کو

بیان کرتے ہیں ؎

میں ان کے سِوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

بین الاقوامی، انٹرنیشنل چیلنج ہے کہ زمین وآسمان کے درمیان اللہ کا مثل لا کر دکھاؤ، یہ کیا ہے کہ آج جو محبوب ہے وہ کل مرا پڑا ہوا ہے اور لاش بدبودار ہے، آج جو تجارت ہے کل اس میں گھاٹے آ گئے، لباس اور غذا کی اتنی فکر ہے؟ آج جو کپڑے قیمتی ہیں کل انہیں کوڑے خانہ میں پھینک رہے ہو، دیکھ لو! جہاں جہاں کوڑے خانے ہیں۔ آج جس کُرتے پر فخر تھا کل وہی کُرتا بلدیہ والے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس پر کتے پیشاب کرتے ہیں۔ اور غذا کا کیا معاملہ ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شام کو خوشبودار بریانی اڑائی لیکن صبح بیت الخلاء میں کیا نکالتے ہو؟

دوستو! غذا ہو، لباس ہو، مکان ہو یا کوئی بھی چیز ہو یہ سب نعمتیں ہیں مگر نعمتوں کی محبت نعمت دینے والے سے زیادہ نہ ہو۔ تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس قدر پیارا شعر فرمایا کہ مجھے وجد آ گیا۔ ابھی جب میں الٰہ آباد گیا تھا تو حضرت نے مجھے یہ شعر سنایا تھا، میں حضرت سے مل کر آیا ہوں، میں اس درد بھرے دل سے اپنا دل ملا کر آیا ہوں، یہ نہ سمجھو کہ محض کتاب میں شعر دیکھ کر زبانی سنا رہا ہوں، ان کی زبان سے بھی سن کر آ رہا ہوں تو فرمایا کہ ؎

میں ان کے سِوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

زندگی کیسے گزاریں؟

اس کے بعد ایک شعر ایسا سنایا کہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے

برادر نسبتی جو ہر دوئی میں ہیں، لندن سے ڈاکٹری کر کے آئے ہیں، ڈاکٹر محمود شاہ لندن والے، بڑے رئیس آدمی ہیں لیکن جب میں نے ان کو حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کا یہ شعر سنایا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ اس شعر میں تو دو گھنٹے کے وعظ کا اثر ہے، وہ شعر کیا ہے؟ ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

یعنی یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ اخبار پڑھ رہے ہیں، ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہیں، گپ شپ میں زندگی گذار رہے ہیں، ارے! تسبیح اٹھاؤ اور بھاگو اللہ کی طرف۔ زمین پر رہتے ہوئے اللہ والا بن کر رہنا، تجارتوں میں، اپنی دکانوں میں، کاروبار میں رہتے ہوئے ہر وقت باخدا رہنا، اللہ والا رہنا، یہ ہے بندگی کی معراج۔ میرا بھی ایک شعر ہے کہ اللہ والے کون ہیں؟

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

یعنی وہ جتنا چٹائی پر اور اشراق میں اور مسجدوں میں اللہ کے ساتھ ہیں اتنا ہی وہ تجارت گاہوں میں اور دفتروں میں بھی باخدا ہیں۔ اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں مگر اپنے اللہ سے ان کا کیا تعلق ہوتا ہے؟ ہر اللہ والے کا الگ عالم ہوتا ہے، اس کے زمین و آسمان الگ ہوتے ہیں، اس کے سورج و چاند الگ ہوتے ہیں ؎

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

یہ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ جس کی نگاہ میں اور دل میں اللہ آجاتا ہے اس کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کے سورج اور چاند اور ہوتے ہیں۔ یہ سورج تو ڈوبنے والا ہے مگر اللہ والوں کے قلب میں جو اللہ کے قرب کا

آفتاب ہوتا ہے وہ کبھی نہیں ڈوبتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اے خدا! تیرے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہتا ہے کیونکہ دنیاوی سورج تو غروب ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے قرب کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔

تعلق مع اللہ اتنا ضروری کیوں ہے؟

خیر تو میں نے ہما صدیقی صاحب سے عرض کیا کہ آپ کی اور حکیم ابراہیم صاحب کی برکت سے ابھی ابھی ایک شعر موزوں ہوا ہے کیونکہ آپ کو یہی اندیشہ ہے کہ بیوی کے بعد اب میری زندگی تلخ ہوجائے گی لیکن میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں جو اس شعر کے اندر ہے ؎

ہر تلخیِ حیات و غمِ روزگار کو

تری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنا دیا

اللہ کا نام لو۔ ان شاء اللہ زندگی کی تلخیاں اور کڑواہٹیں اور زمانے کا غم دور ہوجائے گا، روزگار کے معنی زمانہ کے ہیں، یہ روزی روٹی والا روزگار نہ سمجھ لینا۔ اس کے بعد میں نے انہیں دو شعر اور سنائے ؎

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے

آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

زندگی کی ہر سانس کو کیسے گذارو گے؟ کبھی مصیبت بھی آئے گی تو کبھی راحت بھی ملے گی، اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ تعلق مع اللہ ہے۔ جب حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان میں اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں بہت یارانہ تھا، اللہ والی محبت تھی۔ اللہ والوں کو اللہ والوں سے کتنی محبت ہوتی ہے! سبحان اللہ! تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے مجھے

اتنا صدمہ ہے کہ اگر میرے قلب میں ایک چیز نہ ہوتی تو رشید احمد بیمار ہو کر چارپائی سے لگ جاتا۔ حاضرین مجلس نے پوچھا کہ حضرت! وہ کیا چیز ہے جو نہ ہوتی تو آپ چارپائی سے لگ جاتے؟ فرمایا اس کا نام تعلق مع اللہ ہے، اس کا نام اللہ سے تعلق ہے۔ مگر کیسا تعلق؟ صحیح اور قوی تعلق۔ یہ نہیں کہ تعلق تو بہت ہے مگر نماز روزہ غائب ہے، صحیح اور قوی تعلق جو اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ ہوتا ہے اور نافرمانی سے بچنے کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کانپور میں ایک شخص نے دیکھا تو اس وقت حضرت کی جوانی تھی، چہرہ سرخ سفید تھا اور بہت حسین وجمیل تھے۔ تو اس نے خواجہ صاحب سے کہا کہ بھئی! آپ کے پیر صاحب کون سی بُوٹی اور کُشتہ کھاتے ہیں جو اتنے لال ہیں۔ خواجہ صاحب نے جا کر حضرت سے نقل کر دیا کہ حضرت! ایک آدمی یہ پوچھ رہا تھا۔ تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب وہ آدمی آپ کو کانپور میں ملے تو بتا دینا کہ اشرف علی ایک بُوٹی کھاتا ہے جس سے تر و تازہ، ہرا بھرا، سرخ و سفید رہتا ہے، اس بُوٹی کا نام تعلق مع اللہ ہے، اللہ سے تعلق اگر ہے تو ؎

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تُو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

اگر اللہ ساتھ ہے تو جنگل بھی گلستاں ہے۔ اور میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بھی اللہ نے یہ بہار رکھی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
عبث چلے ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے

فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اللہ والوں کی محفل میں سکون اور اطمینان کی جان ہے

جبکہ لوگ باغات میں، پارکوں میں دل بہلانے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اتنی دیر کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو، یہ اللہ والے ایئر کنڈیشن ہیں، وہاں جا کر دیکھو کہ ان کے پاس کیا ٹھنڈک ہے؟ وہاں جا کر تمہاری قسمتیں بدل جائیں گی، کچھ دن میں اس کے جراثیم تمہیں پکڑ لیں گے۔ کون سے جراثیم؟ تقویٰ اور اللہ کی محبت کے جراثیم۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی محبت کی بیماری جس کو مل جائے خوشا نصیب ؎

زیں مرض خوشتر نہ باشد صحتے

خوب تر زیں سم نہ دیدم شربتے

اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی بیمار ہو جائے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! دنیا میں اس سے بہتر کوئی تندرستی نہیں ہے، اس مرض سے بڑھ کر کوئی تندرستی اور صحت نہیں اور اللہ کی محبت کے زہر سے بڑھ کر میں نے کوئی شربت نہیں پایا۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب میں نے ہما صاحب کو دوسرا شعر سنایا تو بار بار مجھ سے فرمائش کر کے وہ شعر سنا اور کہا کہ اس شعر سے تو میرے قلب کو بڑی تسلی ہوئی، وہ شعر تھا ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا

ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

جس کو اللہ کا غم مل جائے تو سارے غموں کو مثل اژدھے کے نگل جائے گا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے

غمِ دوجہاں سے فراغت ملے

اگر یہ غم ہمیں نصیب ہو جائے کہ ہمارا مالک ہمارا خالق ہم سے ناراض تو نہیں تو اس غم سے بڑھ کر زندگی گزارنے کا کوئی قوی سہارا نہیں ہے۔ ہم اپنی زندگی کو

غموں سے بچانے کے لئے ایسے سہارے ڈھونڈتے ہیں جو فانی ہیں، کمزور ہیں، اس قابل نہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے، ہم ایسے ناپائیدار سہاروں سے دل کو بہلا رہے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مساز از چوبِ بوسیدہ عماد

جو لکڑیاں بوسیدہ ہیں، گھن لگی ہوئی ہیں، ان سے سہارا مت حاصل کرو، ساری مخلوق بوسیدہ ہے، کسی بھی وقت تم سے ہٹ سکتی ہے۔ بس اللہ کا سہارا ہی پائیدار ہے۔ اللہ کا یہ تعلق اور اللہ کا یہ دردِ نسبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے آپ اعلیٰ درجہ کا گھڑی ساز بننا چاہتے ہیں تو جو گھڑی سازی میں ماہر ہوگا اس کے پاس آپ کو رہنا پڑے گا، اسی طرح اگر دین میں کامل بننا ہے تو جو لوگ دین میں کامل ہیں ان کی صحبت میں رہنا پڑے گا۔

بس اب دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کہنے کو اور آپ کے سننے کو قبول فرمالے، ہم سب کو اللہ والا بنادے اور ہمیں ایسا اپنا تعلق نصیب فرمادے کہ ہماری ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ آمین یارب العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ



ملفوظات

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ جہاں دیکھو مسلمان پٹ رہے ہیں، مسلمانوں پر ذلت ہی ذلت ہے، اللہ میاں مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کرتا؟ بولو بھئی! یہ سوال اکثر ہوتا ہے نا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے متعلق یہ فرمادیا:

﴿ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ﴾ اور ﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۱۲)

یہودیوں پر ذلت کو مسلط کردیا گیا تو پھر ان کی عزت کیوں ہو رہی ہے؟ ان پر ذلت اور مسکنت کی مار ہمیشہ رہے گی لیکن پھر یہ کیوں حکومت کررہے ہیں؟ یہ سوال علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے آگے بھی کچھ ہے: اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ مگر جبکہ یہ یہودی ایمان لے آئیں تو ذلت ان پر سے ہٹ جائے گی، اب آپ کہیں گے کہ یہ تو ایمان نہیں لائے تو آگے ایک آیت اور بھی ہے: وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ یا بین الاقوامی طاقتوں کا سہارا لیں گے، اَلنَّاسِ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ان کا سارا زور محض عالمی طاقتوں کے سہارے پر ہے۔ تو قرآن نے اس مسئلہ کو حل کردیا۔ قرآن تو قیامت تک کے لئے اعتراضات کو رفع کرتا ہے۔

اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا کے متعلق ایک اشکال کا جواب

مثال کے طور پر سورۂ یٰسٓ میں ہے کہ:

﴿اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا﴾

(سورۃ یٰسٓ: آیۃ ۲۱)

اے لوگو! جو تم سے اجر کا سوال نہ کرے اس کی اتباع کرو یعنی اگر کوئی بغیر کچھ مانگے، بغیر چندہ لئے، بغیر پیسہ مانگے، بغیر معاوضہ لئے دین کی طرف

بلا رہا ہوتو اس کی اتباع کرلو۔ اب اس آیت پر اشکال ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی ایک پارٹی آتی ہے، وہ ایک غریب محلہ میں جہاں قحط پڑا ہوا ہے گندم اور چاول تقسیم کرتی ہے، ہر غریب کو ایک کمبل دیتی ہے اور وہاں اسپتال کھول دیتی ہے اور کہتی ہے کہ دیکھو ہم قرآنِ کریم کی سورۂ یٰسٓ کی آیت کے مطابق تم سے کچھ معاوضہ نہیں لیتے بلکہ تم کو کچھ دے کر جارہے ہیں لہٰذا تم اللہ کے حکم پر قرآن کی ہدایت کے مطابق ہماری اتباع کرلو، کیونکہ قرآنِ پاک میں ہے اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا دین کے اس داعی کی اتباع کرو جو تم سے اجر اور مزدوری نہیں مانگتا۔ تو اے غریبو! بتاؤ ہم نے تم سے کچھ مانگا؟ ہم نے تو تمہیں کمبل دیئے، ڈبل روٹی دی، مکھن کی ٹکیہ دی، دودھ کے ڈبے دیئے اور تمہاری جھونپڑیاں بھی بنوادیں۔ آپ بتایئے! اس کا کیا حل ہے؟ آگے حل موجود ہے کیونکہ قرآن قیامت تک کے لئے آیا ہے اس لئے اللہ میاں نے آگے ہی حل لگادیا، علمِ الٰہی میں تھا کہ ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے لہٰذا فوراً آگے بیان فرمایا وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ اور وہ بلا معاوضہ جو دعوت دے رہے ہیں وہ ہدایت یافتہ بھی ہوں۔ قید لگادی۔ حال ہمیشہ ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے، جیسے جَآءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا زید آیا سوار ہوکر، تو اگر سواری کی حالت میں نہیں ہوگا تو وہ زید نہیں ہوگا۔ جب ہمیں خبر دینے والا کہہ رہا ہے کہ زید تمہارے پاس آئے گا درآں حالیکہ وہ سوار ہو، تو حال ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے قید لگادی کہ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ وہ ہدایت یافتہ ہوں لہٰذا یہ کافر ہدایت یافتہ نہیں گمراہ ہیں، تو وہ اس قید سے نکل گئے یا نہیں؟

بدون حدیث پاک کے قرآن پاک سمجھنا محال ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بغیر حدیث کے صرف قرآن سے دین سمجھیں گے، حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق

صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جب ایک شاعر کے کلام کو بھی متکلم کے دیکھے بغیر نہیں سمجھ سکتے ،تو حضور ﷺ کا کلام کیسے ہم سمجھ سکتے ہیں جب تک کہ ان لوگوں سے مدد نہ لیں جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو چنانچہ حضرت نے ایک شعر پیش کیا۔

خَاطَ لِیْ عَمْرٌو قُبَآءً
یَالَیْتَ عَیْنَیْہِ سَوَآءً

عمرو درزی نے (جو ایک آنکھ سے کانا تھا) میرے لئے ایک قبا سی ہے، کاش! اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جائیں۔تو اس شاعر کے جو دو شاگرد اس وقت پاس بیٹھے تھے وہی اس کا مطلب سمجھ سکتے ہیں ورنہ ایک صدی کے بعد اس کے دو معنی پیدا ہو جائیں گے کہ اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی ایک آنکھ تو کانی تھی تو کیا دوسری بھی کانی ہو جائے یا دونوں آنکھیں اچھی ہو جائیں۔تو یہ معنی مفہوم کیسے متعین ہوگا؟ جنہوں نے شاعر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے یہ شعر خوش ہو کر کہا یا ناراضگی کی حالت میں۔اگر خوش ہو کر کہا تو دعا ہے کہ یا اللہ! اس کی ایک آنکھ خراب ہے تو دونوں آنکھیں برابر کر دے یعنی جو خراب والی ہے وہ اچھی ہو جائے۔اور اگر قبا خراب سی تو اس نے غصہ میں لال ہو کر کہا کہ خدا کرے اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جائیں یعنی جو آنکھ اچھی ہے وہ بھی خراب ہو جائے۔

جب ایک شاعر کا کلام اس کے صحبت یافتہ شاگردوں کے بغیر حل نہیں ہو سکتا تو رسول اللہ ﷺ کا کلام بغیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کیا سمجھو گے؟ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیار کو حق نہیں سمجھتے ان ظالموں کا کیا حال ہوگا؟ ان کو کہاں سے حق ملے گا؟ انہوں نے تو دین کی بنیاد ہی گرا دی۔لہٰذا احادیث کا مفہوم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھنا پڑے گا،صحابہ بتائیں گے کہ یہ بات

بیان کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوش تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار تھے؟ تب اس کا مفہوم ومعنی متعین ہوں گے۔

ایک اور مثال سنئے! ایک شخص آرہا ہے تو کسی نے کہا کہ روکو، مت آنے دو۔ اب اس کے کیا معنی ہیں؟ کہ اس کو روک لو، آنے نہ دو۔ اور اگر کہا کہ روکو مت، آنے دو۔ تو بتایئے! الفاظ وہی ہیں کہ نہیں یا الفاظ میں اضافہ ہے؟ وہی الفاظ ہیں لیکن معنی بدل گئے۔ جو ہمارے دوست بیٹھے ہیں وہ بتائیں گے کہ اگر میں نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا تب اس کے معنی ہوں گے کہ اس کو روکو نہیں بلکہ آنے دو۔ اور اگر میں نے ناراضگی کے چہرہ کے ساتھ کہا ہے، تو آپ نے میرے لب ولہجہ کی گرمی اور شدت لفظ سے سمجھ لیا کہ اس کو آنے نہیں دینا چاہتے۔ کیا سو برس کے بعد میرے اس جملے کو کوئی حل کر سکتا ہے؟ تو دوستو! صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمتوں سے جو سینے محروم ہوئے یاد رکھئے، بس وہ شاہراہ سے ہٹ گئے۔

اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً......الخ کی شرح

اب میں اس حدیث کا ترجمہ کرتا ہوں جو میں نے خطبہ میں پڑھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ج ۱ ص ۱۳)

اے انسانو! تمہارے سینوں میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب اِنَّ آئے اور اس کے بعد جار مجرور ہو تو اس کا اسم مؤخر ہو جاتا ہے، یہ قاعدہ کلیہ ہے، ظرف ہو یا جار مجرور ہو جب اِنَّ کے فوراً بعد آئے گا تو اس کا اسم مؤخر اور منصوب ہوتا ہے یعنی اس پر زبر ہوتی ہے اس لئے

مُضْغَةً پڑھا جائے گا یعنی خبردار! خوب سن لو! تمہارے جسم میں ایک ٹکڑا ہے، ابھی حضور ﷺ آپ کو اس ٹکڑے کا نام نہیں بتا رہے ہیں، آگے فرما رہے ہیں اِذَا صَلَحَتْ اگر وہ ٹکڑا صحیح ہو جائے، نورانی ہو جائے، درست ہو جائے اور تندرست بھی ہو جائے تو کیا ہوگا؟ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ سارا جسم درست ہو جائے گا یعنی تمام جسم سے اچھے اچھے اعمال شروع ہو جائیں گے وَاِذَا فَسَدَتْ اگر وہ ٹکڑا خراب ہو گیا تو فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ سارا جسم خراب ہو جائے گا، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ ارے سن لو! وہ دل ہے دل، اس ٹکڑے کا نام دل ہے۔

کیا مطلب؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جتنے گناہ ہوتے ہیں دل کی خرابی سے ہوتے ہیں، دل خراب ہوتا ہے تب بدنگاہی ہوتی ہے، دل سے اللہ کا خوف نکلا تب گناہ کرتا ہے۔ جب دل خراب ہوتا ہے، خدا کا خوف نکلتا ہے پھر رشوت لیتا ہے۔ جب تک دل میں خوفِ الٰہی رہے گا وہ کبھی گناہ نہیں کرسکتا لٰہذا دل کی خرابی سے نہ تو جسم کے اعضاء صحیح کام کریں گے اور نہ ہاتھ سے کام اچھا ہوگا نہ کان سے۔ دل خراب ہو گیا تو سارے اعضاء خراب کام کرنے لگیں گے کیونکہ دل بادشاہ ہے اور اعضاء رعایا ہے، بادشاہ بگڑ گیا تو رعایا بگڑ گئی۔ دل تو بادشاہ ہے لٰہذا دل کو درست کرو، بادشاہ کی درستی کرو، دل کی اصلاح کراؤ، اسی کا نام تصوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسی حدیث سے خانقاہوں کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں جانا اور دل کے معالجین سے اپنے دل کا علاج کرانا، یہاں سے تصوف کے ثبوت کا پتا چلتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِذَا صَلَحَتْ کا ترجمہ اِذَا تَنَوَّرَتْ فرمایا ہے یعنی جب اللہ کے نور سے دل نورانی ہو جائے۔ تو ذکر اللہ سے اور اہل اللہ کی صحبت سے دل نورانی بنے گا، تندرست ہو جائے گا اور اسی دل کا نام قلبِ سلیم ہے یعنی بھلا چنگا دل۔ اس کے برعکس جس دل میں بیماری ہوتی ہے، اور دل کی

بیماری کا بھی قرآن پاک میں ثبوت ہے:

﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیۃ ۳۲)

جس کے دل میں مرض ہوتا ہے وہ عورتوں کی طرف طمع کرتا ہے، عورتوں کی طرف لالچ کرتا ہے لہٰذا قلب کا حسینوں کی طرف میلان ہونا، یہ دل کی بیماریاں ہیں، اس کا علاج کرانا چاہیے۔

مالداری متقی شخص کو نقصان نہیں دیتی

ہم دنیا لے لیتے ہیں لیکن اس کا منتر نہیں سیکھتے۔ ہر شخص کروڑ پتی بننا چاہتا ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کروڑ پتی بننے سے منع نہیں کرتا۔ بادشاہت کے ساتھ بھی ولایت جمع ہوجاتی ہے۔ ایک شخص بادشاہ بھی ہے اور ولی بھی ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہت کے ساتھ پیغمبر ہوسکتے ہیں تو بادشاہت کے ساتھ ولایت کیوں نہیں جمع ہوسکتی؟ لہٰذا امیر آدمی بھی ولی اللہ ہوسکتا ہے، لیکن پہلے منتر بھی تو سیکھو کیونکہ دنیا تو ایک سانپ ہے، سانپ پکڑنے سے پہلے منتر سیکھ لو ورنہ ڈس جائے گا۔ وہ منتر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ منتر تقویٰ ہے:

((لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ رواہ احمد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ؛ ص ۴۵۱)

مالداری اسے کچھ نقصان نہیں دیتی جو اللہ سے ڈرتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى مالداری کچھ نقصان نہیں کرسکتی چاہے کروڑ پتی ہو یا ارب پتی ہو بشرطیکہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو یعنی دنیا کے سانپ کا منتر ہو۔ آج افسوس ہے کہ ہر شخص بڑا آدمی بننا چاہتا ہے، تجارت کرنا چاہتا ہے، مالدار ہونا چاہتا ہے، سانپ پالنے کا شوق تو ہے مگر اس کا منتر یعنی تقویٰ نہیں سیکھتے،

جہاں مال آیا تو جو کچھ روزہ نماز تھا وہ بھی ختم ہو گیا کہ اب بڑے آدمی ہو گئے۔ بڑے آدمی کی علامت یہ ہو گئی ہے کہ رات کو بارہ بجے تک ٹی وی دیکھیں اور سلیپنگ ڈریس (Sleeping Dress) جو خاص دھاری دار لباس ہوتا ہے، وہ پہن کر سو جائیں، دن میں نو بجے اٹھیں، نماز اور جماعت کچھ نہیں۔ ہائے افسوس! یہ مال آتا ہے تو اپنے ساتھ بے دینی لاتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایک عورت اتنی پردہ نشین تھی کہ جج نے اسے عدالت میں طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں زمین سے دستبردار ہوتی ہوں مگر میں کسی غیر محرم کو آواز نہیں سنا سکتی، میں عدالت نہیں جاؤں گی۔ ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اسی خاتون کو کراچی میں صدر کی سڑکوں پر بے پردہ دیکھا گیا۔ رونے کا مقام ہے، رونے کا مقام ہے۔ کیونکہ یہاں صوفہ سیٹ آ گئے، ٹیلی وژن آ گیا، بلڈنگ بن گئی، مال آیا اور دین رخصت ہوا، اس لئے تقویٰ کا حاصل کرنا فرض ہے۔

حصولِ تقویٰ کا ذریعہ صحبتِ صالحین ہے

اور تقویٰ کے خزانے اور تقویٰ کہاں سے ملے گا؟ اہل اللہ کی صحبتوں سے ملے گا، متقین کی صحبتوں سے ملے گا۔ قرآن بتاتا ہے کہ تقویٰ کہاں سے ملے گا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۝﴾

(سورة التوبة : آية ١١٩)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ یہاں صادقین بمعنی متقین کے ہے، یہاں آیت سے آیت کی تفسیر ہوئی ہے، یہ وہ آیت ہے کہ کلامِ الٰہی کی کلامِ الٰہی نے تفسیر کی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝﴾

(سورة البقرة : آية ١٧٧)

صادقین ہی متقین ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ آپ کو بھی ڈر مل جائے گا یعنی آپ کو بھی اللہ والی زندگی مل جائے گی، اللہ والوں کے پاس رہیں گے تو اللہ والی زندگی عطا ہو جائے گی۔

تبلیغی جماعت کا نفع اور ایک ضروری اصلاح

تو دوستو! اسی لئے عرض کر رہا ہوں کہ تقویٰ کے بغیر دنیا ملی تو خیریت نہیں ہے۔ اس لئے جو جوان طالب علم ہیں اور اب بڑے آدمی ہونے کے قریب ہیں، ایم ایس سی کر رہے ہیں، پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اور ان کو عنقریب بڑی تنخواہ کی نوکری مل جائے گی تو ان کو فوراً کسی بزرگ سے تعلق قائم کرنا چاہیے، خانقاہوں میں، اللہ والوں کی صحبتوں میں آنا جانا رکھیں، تبلیغی جماعتوں میں جائیے، جو خانقاہوں میں جانا نہیں چاہتے ان کو تبلیغ میں لے جاؤ، وہاں اس کو پینٹ شرٹ پہنے ہوئے کچھ اپ ٹو ڈیٹ لوگ ملیں گے، کچھ انجینئر کچھ ڈاکٹر ملیں گے، ہر چڑیا اپنی جیسی چڑیا کے ساتھ اڑتی ہے لہٰذا جب وہاں دیکھیں گے کہ ایک جماعت جارہی ہے، اس میں کچھ انجینئر ہیں، کچھ ڈاکٹر ہیں، کچھ داڑھی والے ہیں، کچھ بغیر داڑھی والے ہیں تو جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ تو ہمارے ہی جیسے لوگ ہیں لہٰذا چلّہ لگا لیتا ہے، کچھ دنوں کے بعد ماشاء اللہ داڑھی بھی رکھ لیتا ہے لیکن یہ فرسٹ ایڈ ہے، بعد میں بڑے علماء سے تقویٰ اور دین کی باتیں بھی سیکھے، دین خالی چھ نمبر ہی میں نازل نہیں ہوا سمجھ لو اس کو، وہاں بدنگاہی سے بچنے کی کوئی تعلیم نہیں ہوگی، یہ آپ کو اللہ والوں سے سیکھنا پڑے گا۔ غیبت سے بچنا، کبر و بڑائی کا علاج خانقاہوں میں اور اللہ والوں کے پاس ملے گا۔

رائی برابر تکبر کا عذاب

تبلیغ میں چلّہ لگانے کے بعد ایک شخص میرے پاس کراچی آیا، اس نے

کہا کہ میں ابھی سندھ کے ریگستانوں میں، صحراؤں میں، جلتی ہوئی ریت پر چلّہ لگا کرآیا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے عالم پنکھے کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھا رہے ہیں، میں ان سے افضل ہوں یا یہ افضل ہیں؟ میں نے کہا کہ تم بالکل شیطان بن کر آئے ہو اس لئے کہ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ شیطانی مرض ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ ۔ رواہ مسلم))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الاداب؛ باب الغضب والکبر؛ ص۴۳۳)

((مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّمُوْتُ حِيْنَ يَمُوْتُ وَفِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ تَحِلُّ لَهُ الْجَنَّةُ اَنْ يَّرِيْحَ رِيْحَهَا وَلَا يَرَاهَا))

(مسند احمد فی مسند شامیین: رقم الحدیث؛ ۱۷۳۶۹)

جس کے دل میں رائی کے برابر بڑائی ہوگی تو جنت میں داخلہ تو درکنار جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میں سب سے افضل ہوں، کراچی میں مجھ سے بڑا کوئی بزرگ نہیں ہے کیونکہ میں نے بڑے پاپڑ بیلے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ تمہارا کوئی شیخ ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں شیخ ہیں، میں نے کہا کہ جلدی جاؤ شیخ کے پاس اور ان سے پوچھو۔ تو جب شیخ کو اس نے اپنا حال بتایا تو انہوں نے دو طمانچے لگائے اور کہا کہ زبان سے یہ کہو کہ اے اللہ! دنیا کے تمام مسلمان مجھ سے افضل ہیں، میں سب سے خراب ہوں تب ایمان صحیح اور کامل ہوگا۔ اگر ایک مسلمان کو بھی حقیر سمجھا تو اسے جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔ واضح حدیث موجود ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر اور بڑائی ہوگی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ تو آپ نے دیکھا! شیخ کی ضرورت ہوئی یا نہیں؟ چلّہ لگانے کے بعد پیٹ میں کبر کے پلّے پیدا ہوئے یا نہیں؟

اخلاص اللہ والوں کی صحبت میں ہی حاصل ہوتا ہے

لہٰذا شیخ کی بھی ضرورت ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کی صحبت سے اخلاص حاصل کیا تھا، خانقاہوں کا ثبوت ان کی زندگی سے ملتا ہے، وہ مدرسہ مظاہر العلوم میں عالم بنے لہٰذا مدارس کا وجود بھی ضروری ہے۔ پھر آخر میں تبلیغ کی تو تبلیغ بھی ضروری ہے۔ ہم تو تینوں کو ضروری سمجھتے ہیں اور تزکیۂ نفس، خانقاہیں تو سب سے زیادہ ضروری ہیں، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ.... كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَّقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ.... كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب العلم؛ ص ۳۳)

اگر اخلاص نہ ہوا تو تبلیغ والا بھی اور سخی، مالدار بھی اور قاری بھی یہ تینوں کے تینوں جہنم میں جائیں گے، لہٰذا اللہ والوں کی صحبتوں سے اخلاص حاصل کرنا ضروری ہے۔

شرک اور ریا سے بچنے کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب اس حدیثِ ریا کو بیان فرماتے تھے تو مارے ڈر کے بے ہوش ہو جاتے تھے:

((قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَاُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا اَحَدٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُهٗ ثُمَّ نَشَغَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيْدَةً......))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ابواب الزھد؛ باب الریاء والسمعۃ؛ ج ۲ ص ۶۳)

کہ معلوم نہیں ہمارا شمار مخلصین میں ہوگا یا نہیں؟ دیکھا آپ نے اخلاص کتنا ضروری ہے۔ اگر خدا نے قبول نہ کیا، دل میں بڑائی آ گئی، ریا اور دکھاوا آ گیا تو یہ سارے چلّے ضائع ہوجائیں گے۔ اور ریا کتنا باریک ہوتا ہے؟ کنز العمال میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ:

((اَلشِّرْكُ اَخْفٰى فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا (وفی المرقاۃ) اَلشِّرْكُ اَدَقُّ مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلَةِ السَّوْدَآءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّمَّآءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَآءِ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، رقم الحدیث ۸۸۴۴، ج ۳ ص ۳۲۸)

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب الریاء و السمعۃ، ج ۹ ص ۵۱۳)

اے ابوبکر صدیق! میری امت میں ریا ایسا خفیہ داخل ہوگا جیسے کالی چیونٹی کالے پتھر پہ چلتی ہے۔ دیکھو! اندھیری رات میں چیونٹی بھی کالی ہو اور کالا پتھر ہو، کیسے پتا چلے گا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب امت میں ریا، دکھاوا ایسی خاموشی اور اتنے خطرناک طریقہ سے آئے گا تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ فَكَيْفَ النَّجَاةُ وَالْمَخْرَجُ مِنْ ذٰلِكَ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر صدیق! اگر تم یہ دعا پڑھ لو اِذَا قُلْتَهٗ بَرِئْتَ مِنْ قَلِيْلِهٖ وَ كَثِيْرِهٖ وَ صَغِيْرِهٖ وَ كَبِيْرِهٖ تو تم قلیل ریا سے، کثیر ریا سے، چھوٹے ریا سے اور بڑے ریا سے بچ جاؤ گے۔ یہ دعا آپ نوٹ کر لیجیے اور اس کو پڑھا کیجیے، وہ کیا دعا ہے؟

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، رقم الحدیث ۸۸۴۴، ج ۳ ص ۳۲۸)

قلبِ سلیم

تو میرے دوستو! یہ دل بھی بیمار ہوجاتا ہے جس کا ثبوت قرآن میں ہے

فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ اب بیمار دل قلبِ سلیم کیسے ہوگا؟ دل اچھا کیسے ہوگا؟ جن کا دل اصلاح یافتہ ہوجائے، اللہ والا بن جائے اس کا نام اللہ نے قلبِ سلیم رکھا ہے اور جس کا دل بیمار ہے، ہر وقت گناہ کرنے میں لگا ہوا ہے، گناہ کے تقاضوں پر عمل کررہا ہے۔ خالی تقاضے نہیں بلکہ تقاضوں پر عمل بھی کررہا ہے، گناہ کے تقاضے ہونے سے دل بیمار نہیں ہوتا بلکہ اگر ان تقاضوں پر عمل کرلیتا ہے تو دل بیمار ہوگا اور اگر عمل نہیں کرتا تو وہ بھی قلبِ سلیم ہے لہٰذا قلبِ بیمار بھی قرآن سے ثابت ہوا: فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ اور قلبِ سلیم بھی قرآن سے ثابت ہے:

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ○ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ○﴾

(سورۃ الشعرآء: آیۃ: ۸۸، ۸۹)

یہ بھی قرآن کی آیت ہے یعنی قیامت کے دن مال اور اولاد کچھ نفع نہیں دیں گے۔ پھر اس دن کون کامیاب ہوگا؟ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ جس کا قلب سلیم ہوگا یعنی بھلا چنگا اور سلامت ہوگا۔

قلبِ سلیم کی پانچ تفاسیر

اب قلبِ سلیم کی تفسیر سن لیجیے بس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ علامہ آلوسی محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ والے دل یعنی قلبِ سلیم کی پانچ تفسیریں بیان کی ہیں:

(۱)...... اَلۡقَلۡبُ السَّلِیۡمُ ھُوَ الَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ فِیۡ سَبِیۡلِ الۡبِرِّ وَیُرۡشِدُ بَنِیۡہِ اِلَی الۡحَقِّ

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۹ ص ۱۳۴)

چونکہ اس سے پہلے آیت میں مال اور اولاد کا ذکر آیا ہے لہٰذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ قلبِ سلیم والے وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کے پہلے جز یعنی مال کی تفسیر بیان کی ہے، اس کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے

دوسرے جُز یعنی اولاد کی تفسیر بیان کرتے ہیں، آیت کے پہلے جُز کا دوسرے جُز سے جوڑ لگانا ضروری ہے لہٰذا فرماتے ہیں وَیُرْشِدُ بَنِیْهِ اِلَی الْحَقِّ اور اپنی اولاد کو ہدایت کرتا ہے کہ بیٹو! نماز پڑھو، روزہ رکھو، اللہ والے بنو، اپنی اولاد کو اللہ کے راستہ پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، بزرگوں سے دعا کراتا ہے، بزرگوں کے پاس لے جانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود تو نیک ہے مگر اولاد کو نیک بنانے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کا دل سلیم نہیں ہے، خود تو ہر وقت تسبیح پڑھ رہا ہے اور اولاد جو چاہے کرے، ایسا شخص قلبِ سلیم والا نہیں ہوگا۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں قلبِ سلیم کی یہ دو صفتیں بیان کی ہیں۔

(۲)...... اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَنِ الْعَقَآئِدِ الْبَاطِلَةِ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۱۹ ص ۱۳۴)

اس کا دل باطل عقائد سے خالی ہو جائے اور باطل عقائد کی تفسیر کی ہے کہ شرک، نفاق اور کفر جیسے عقائد سے پاک ہو جائے۔

(۳)...... اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَنْ غَلَبَةِ الشَّهَوَاتِ الَّتِیْ تُؤَدِّیْ اِلَی النَّارِ

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۱۹ ص ۱۳۵)

ان خواہشاتِ نفسانیہ سے دل کو نجات مل جائے جو جہنم میں لے جانے والی ہیں یعنی دل میں گناہوں کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔

(۴)...... اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَمَّا سِوَی اللهِ

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج ۱۹ ص ۱۳۵)

سبحان اللہ! یہ تفسیر صوفیوں کے لئے ہے، عاشقوں کے لئے الگ تفسیر ہوتی ہے کیونکہ عاشقوں کی غذا بھی الگ ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے کہ قلبِ سلیم وہ دل ہے اَلَّذِیْ لَیْسَ فِیْہِ غَیْرُ اللہِ جس دل میں غیر اللہ نہ ہو، اللہ ہی اللہ ہو اوریہی وہ مقام ہے جو اسمِ اعظم ہوجاتا ہے۔شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسم اعظم یہی اللہ کا نام ہے جس کی برکت سے ہر دعا قبول ہوجاتی ہے،جس پر پھونک ماروو ہ کام ہوجاتا ہے:

((لَقَدْ قَالَ الْقُطْبُ الرَّبَّانِیُّ الشَّیْخُ السَّیِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ: اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ ھُوَ اللہُ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اللہَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ سِوَی اللہِ))

(مرقاۃ المفاتیح:(رشیدیہ) ؛ ج ۴ ص ۱۷۰)

یعنی فرمایا قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اسمِ اعظم اللہ ہی ہے بشرطیکہ تو اللہ اس طرح کہے کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔ قلب کی گہرائیوں سے اور قلب کو غیر اللہ سے خالی کر کے جو اللہ نکلتا ہے وہ اسمِ اعظم ہوجاتا ہے۔

(۵)......وَشَاعَ اِطْلَاقُ السَّلِیْمِ فِیْ لِسَانِ الْعَرَبِ عَلَی اللَّدِیْغِ

(روح المعانی:(رشیدیہ) ؛ ج ۱۹ ص ۱۳۵)

آخری تفسیر یہ ہے کہ سلیم کے ایک معنی لَدِیْغٌ، کانٹے کے بھی آتے ہیں، جس کے کانٹا چبھ جائے اس کو ہر وقت دُکھن سی رہتی ہے، ہر وقت اس کی طرف دھیان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی محبت پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا ایک شعر ہے کہ ہر وقت اللہ کا دھیان قائم رہے تب سمجھ لو یہ صاحبِ نسبت ہوگیا۔ اگر صرف مسجد میں نمازی بن گیا اور مسجد میں بڑی تسبیحات پڑھیں اور باہر نکلا تو گالیاں دے رہا ہے، لڑ رہا ہے، غصہ کر رہا ہے، شیطان بن جاتا ہے تو یہ اللہ والا نہیں ہے، اللہ والا وہ ہے جو چوبیس گھنٹے اللہ کو دیکھتا ہے کہ میرا اللہ آسمان سے دیکھ رہا ہے کہ میرا بندہ زمین پر کیا کام کر رہا ہے؟ اسے ہر سانس میں

خدا یاد رہتا ہے۔ تو حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کے خلیفۂ اجل مولانا شاہ محمد احمد صاحب اسی بات کو یوں فرماتے ہیں ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

یعنی وہ دل اصلی معنوں میں دل بن جاتا ہے جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد مستقل قائم ہوجائے۔

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ قلبِ سلیم کی آخری تفسیر بیان کرتے ہیں کہ بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت قائم ہوجائے کہ وہ کسی وقت بھی اللہ کو نہ بھولے، لہٰذا فرماتے ہیں کہ سلیم بمعنی لَدِیْغٌ ہے یعنی کانٹا چبھ کر ٹوٹ جائے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے
اسی کا نام ہے دردِ محبت

کیوں صاحب ایک کانٹا چبھا اور ٹوٹ گیا، اب مرغ کھا رہے ہیں تو بھی اس کی دُکھن رہتی ہے یا نہیں؟

اللہ والوں کو تخت و تاج بھی گمراہ نہیں کر سکتے

تو اللہ والے چاہے مرغ یا بریانی کھائیں چاہے چٹنی روٹی کھائیں، چاہے انہیں ہوائی جہاز میں بٹھا دو چاہے تاجِ شاہی پہنا دو اگر وہ اللہ والا ہے تو ان شاء اللہ ہر وقت اللہ والا رہے گا، تخت و تاج اس کو گمراہ نہیں کر سکتے۔ جیسے ایک اونٹ جا رہا تھا اور اس کی پیٹھ پر نقارے بجتے تھے یعنی بہت بڑے بڑے ڈھول جن کی آواز دو میل تک جاتی تھی اور جو سرکاری احکامات عوام کو سنانے کا ذریعہ تھے۔ محلہ کے چند بچوں نے اونٹ کو چڑانے کے لئے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے تالی بجائی، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اونٹ نے

ان بچوں سے کہا کہ اے میرے پیارے بچو! تمہارے تالی بجانے کا مجھ پر رعب نہیں جم سکتا، مجھے ان کا کوئی خوف یا ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں تمہاری اس حرکت سے متاثر ہوسکتا ہوں کیونکہ میری پیٹھ پر ایسے ڈھول بجتے ہیں جو دو میل تک سنائی دیتے ہیں، تمہاری ہتھیلی کی آواز ہمیں کیا سنائی دے گی؟ وہ تو ہمارے لئے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

تو اللہ والوں کو آخرت کا غم اور میدانِ محشر کا اتنا خوف ہوتا ہے کہ تاجِ شاہی اور سلطنت اور مال و دولت ان کو خرید نہیں سکتی نہ گمراہ کرسکتی ہے کیونکہ ان کی پیٹھ پر اللہ کے خوف کے نقارے بج رہے ہیں، لہٰذا جب یہ دنیا والے ہر وقت ان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ارے ملّا ہے ملّا! داڑھی رکھ لی؟ تو وہ کہتا ہے ارے تم ہنستے رہو، ان شاء اللہ ہمیں آخرت میں رونا نہیں پڑے گا، تم ہی ہنس کر اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔ بس دوستو! اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ کی تفسیر ہوگئی۔ آج میں نے ایک نیا مضمون بیان کیا ہے پہلے اس کو کبھی نہیں بیان کیا۔ قلبِ سلیم کی تفسیریں بہت مدلل، مفصل اور بڑی زبردست تفسیر اللہ تعالیٰ نے بیان کروادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قلبِ سلیم یعنی بھلا چنگا دل، اللہ والا دل، اولیائے صدیقین جیسا دل ہمارے سینوں کو عطا کردیجئے، اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کی صحبتوں میں ہم بیٹھتے ہیں، جن کی جوتیاں اٹھانے کو ہم فخر سمجھتے ہیں۔ اللہ ہمیں اپنے بزرگوں سے عاشقانہ ووالہانہ محبت نصیب فرما، اللہ ہماری جانوں کو ان پر فدا فرما اور ان کے ناز ونخرے جو کچھ بھی ہوں، ان کی ڈانٹ ڈپٹ کو ہمارے قلوب میں لذیذ تر فرمادے۔ اے اللہ! بڑے بڑے مالدار لوگ دنیا کی محبت میں بازاروں میں دھوپ میں پسینہ نکالتے ہیں اور انکم ٹیکس

افسران کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں تو یا اللہ! آپ کے مقبول ومحبوب بندے اگر کبھی کسی بات پر ہماری گرفت کرلیں تو اپنی محبت میں ان کی ڈانٹ ہمارے قلوب میں مٹھائیوں سے زیادہ لذیذ فرما دیجئے کیونکہ وہ آپ کی راہ کی تلخیاں ہیں، اس کو شیرینی سے بدل دیجئے اور ہمیں اپنی ذات سے اور اہل اللہ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے آپ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما اور اپنی محبت کرنے والوں کی بھی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ! اپنے پیارے رسول ﷺ کی اس دعا کو ہم سب کے لئے قبول فرما یعنی ہمیں اپنی محبت بھی نصیب فرما اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت بھی نصیب فرما اور ان اعمال کی محبت بھی نصیب فرما جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْأَلُكَ كُلَّ خَیْرٍ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ اے اللہ! میں سارے عالم کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ سے سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے فلاحِ دارین کی بھیک مانگتا ہوں اور اے اللہ! جو لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں، اختر کو اور ان سامعین کرام کو سب کو بلا استحقاق محض اپنی رحمت سے اپنا مقبول، اپنا محبوب اور صاحبِ نسبت اللہ والا بنا دیجئے اگرچہ ہم اس کے اہل نہیں لیکن آپ کریم ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاۤ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَاۤ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖۤ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَاۤ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ



کلام حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہے ترے قدموں کے نشانات کا عالم
کیا ہوگا تری دید کی لذات کا عالم

دیکھا نہیں جس نے کبھی، سمجھے گا بھلا کیا
اُف کوچۂ محبوب کے دن رات کا عالم

قربان وہ کر دیتا ہے جنت کی بہاریں
پاتا ہے جو قسمت سے مناجات کا عالم

محسوس لگا ہونے کہ دل عرشِ بریں ہے
اللہ رے یہ ان کی ملاقات کا عالم

دل جھومنے لگتا ہے مسرت سے ہمارا
یاد آتا ہے جب ان کے خطابات کا عالم

دیکھا نہیں جب سے تجھے اے نورِ مجسّم
آنکھوں میں رہا کرتا ہے برسات کا عالم

فیضانِ محبت ہے جو آتا ہے نظر آج
اک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم

کہنے کی نہیں بات یہ، کہتا ہوں مگر، خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں ملاقات کا عالم

بس اہلِ محبت کو نظر آتا ہے احمدؔ
خاکِ درِ محبوب کے ذرّات کا عالم

مخلوق پر ظلم وزیادتی سے بہت بچو

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اللہ والوں سے جوڑنے کی کوشش کرو، اللہ والوں سے دوسروں کی شکایت کرکے توڑ کی بات مت کرو اور کسی کو اذیت مت پہنچاؤ، ظلم سے بہت بچو، اگر کسی پر زیادتی ہو جائے تو سمجھ لو کہ اب خطرہ ہے، اللہ اس سے انتقام لے لے گا، فوراً پاؤں پکڑ کے معافی مانگ لو اور اگر غصہ میں کسی کو ستادیا یا کچھ برا بھلا کہہ دیا تو جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کے پیر پکڑ کر کہہ دو کہ بھئی! کل قیامت کے دن مجھے معاف کر دینا اور اگر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تین شعر یاد ہوں تو یہ شعر بھی پڑھ دو ۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو
بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو

وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام
قیامت کے دن پہ نہ رکھے یہ کام

بروزِ قیامت خجالت نہ ہو
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

حقوق العباد کے معاملہ میں اگر چیونٹی پر بھی جان بوجھ کر پیر رکھ رہے ہو تو یہ یاد رکھو کہ اس میں بھی اس بات کا خطرہ ہے کہ اللہ اس سے انتقام لے لے کیونکہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ بعض لوگ دیکھتے بھی ہیں کہ چیونٹی جارہی ہے پھر بھی جان بوجھ کر اس پر پیر رکھ دیتے ہیں اور پیر رکھنے کے بعد دیکھتے بھی ہیں کہ اس کی ہڈی پسلی کا کیا حال ہوا ہے؟ کیا بے رحمی کی بات ہے۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے ولی اللہ، فرماتے ہیں جب کوئی انسان چیونٹی پر نالائقی سے پیر رکھتا ہے تو چیونٹی کا وہ حال ہوتا ہے جو انسان پر ہاتھی کا پیر رکھنے سے ہوتا ہے۔

(از مواعظ اختر نمبر ۱۴: تزکیہ نفس، مجاہدہ اور مشیت الٰہی کا ربط؛ ص ۳۳)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com